میمن کب مشرف بہ اسلام ہوئے؟

میمن قوم کی تاریخ کا جائزہ

محمد اسحاق میمن*

ABSTRACT:

Prof Dr Ishtiaq H.Qureshi had written in his book(1);The Muslim Community of the Indo-Pakistan Subcontinent;about Memon community that when and where did they embraced Islam.?Many books have been written on this topic but still this matter is debatable among the Memon and non Memon scholars.According to some scholars:Memon belong to the people of Right Wing of the army (میمنہ) MEMONAH of Muhammad bin Qaasim,who conquered Sind in 711,AD.

Some researchers relate it to Syed yusuf Ud Din Gilani in 1422,AD.Opinion of some scholars is that they embraced Islam in different periods and parts.

In this article most popular opinion is discussed and other opinions will be discussed later.

ڈاکٹر قریشی کی روایت کا جائزہ:

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مرحوم نے اپنی مذکورہ کتاب کے دوسرے عنوان ''شمال مغرب میں اسلام کا استقرار'' کے تحت لکھا ہے:

> ''شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے ایک بزرگ سید یوسف الدین سندھ تشریف لائے، کیونکہ انہیں خواب میں یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اس علاقے میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کردیں، وہ ۱۴۲۲ء میں یہاں پہنچے اور دس سال تک بڑے صبر و استقامت کے ساتھ کام کرتے رہے، اس عرصہ میں انہوں نے لوہانہ ذات کے سات سو خاندانوں کو مشرف بہ اسلام کیا (۷۷)، بعد میں اِس گروہ کی ایک اور شاخ کچھ چلی گئی، جہاں اس نے اور لوگوں کو مسلمان بنایا (۷۸)۔ کچھ عرصہ کے بعد سندھ میں صوفیہ کی سرگرمیاں اس قدر وسیع ہوگئیں کہ آج بھی اس علاقے میں ان صوفیہ کی اولاد جابجا موجود ہے جو کسی نہ کسی زمانے میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔''(۲)

---

* پروفیسر، ڈاکٹر، سابق صدر شعبۂ عربی، جامعہ کراچی　　برقی پتا: profdrishaq@gmail.com

تاریخِ موصولہ: ۱۵/ اکتوبر ۲۰۱۱ء

ڈاکٹر قریشی کی روایت کے ماخذ گزیٹیر صوبہ بمبئ اور Sir Thomas Walker Arnold کی کتاب "The Preaching of Islam" ہے۔گزیٹیئر صوبہ بمبئی کا ماخذ امیر الدین نزہت کی کتاب ''رسالۂ ابرازالحق'' مطبوعہ مطبع نامی واقع بمبئی بندر، ۱۲۹۰ھ،۱۸۷۳ء ہے۔(۳)

''رسالہ ابرازالحق'' پر تحقیقی نظر:

۱۸۸۰ء میں انگریز حکومت کی طرف سے شائع کردہ ''گزیٹیئر صوبہ بمبئی'' کے پانچویں حصے کے صفحہ۹۳۔۹۴ پر مولف نے ابرازُالحق کے حوالے سے میمن قوم کی تاریخ لکھی ہے اور صفحہ۹۴ پر فٹ نوٹ میں اس کی وضاحت بھی کردی ہے۔

''ان کے (میمنوں کے) ایک اور پیر بھی تھے جن کا نام سید بزرگ علی تھا جو میمن قوم کو اسلام سے سب سے پہلے مشرف کرانے والے بزرگ سید یوسف الدین کی پشت سے تھے میمنوں کو سید بزرگ علی پیر سے زیادہ پیر محمد شاہ سے عقیدت تھی مگر وہ سید بزرگ علی پیر کو کوئی نذرانہ نہیں دیتے تھے۔سید بزرگ علی پیر کی خراب مالی حالت کے پیش نظر ان کے دوستوں نے بعد میں ۱۸۷۳ء میں ''ابرازالحق'' نامی ایک کتاب شائع کی جس میں میمن قوم کے قبول اسلام کی تاریخ اُن کے پیر سید بزرگ علی کا شجرۂ نسب اور میمنوں نے اُن کو جو اقرارنامہ لکھ کر دیا تھا اُس کا ذکر ہے جس کے مطابق میمن اپنی آئندہ نسلوں تک پیر صاحب اور اِن کی اولاد کی گزراوقات کا بندوبست کرنے کے پابند ہیں اور جس کے تحت ضرورت پڑنے پر پیر صاحب میمنوں کو بطور غلام فروخت بھی کرسکتے ہیں، اِس کتاب کی اشاعت کے ساتھ ہی میمنوں نے اپنے آباؤ اجداد کے اقرارنامے کے مطابق وعدے پر عمل شروع کردیا(۴)۔روایت اور درایت یعنی عقل اور نقل کے اصول پر ہم اس روایت کا تجزیہ ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ میمن قوم کے قبولِ اسلام کے سلسلے میں اب تک یہی سب سے مشہور، معتبر اور مستند روایت سمجھی جاتی ہے۔بمبئی گزیٹیر کے انگریز مولف جیمس کیمبل نے اپنا ماخذ (Source) فٹ نوٹ (حاشیہ) میں نقل کر کے اور ماخذ کے بارے میں کچھ بنیادی معلومات دے کر ماخذ کی صحت وثقاہت کے درجہ (Level of authenticity) کو خوب واضح کردیا ہے، انگریزوں کو اُس وقت برصغیر میں اپنا اقتدار مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کے لیے ہندوستان کی مختلف اقوام کی رسوم وروایات اور تاریخ معلوم کرنے کی ضرورت تھی تاکہ اِن اقوام کی نفسیات اور تاریخی پس منظر کو سامنے رکھ کر برصغیر میں انگریزی اقتدار کے لیے انہیں استعمال کیا جاسکے۔میمنوں کی تاریخ کے سلسلے میں ''ابرازالحق'' اُن کے ہاتھ آگئی اور کوئی کتاب دستیاب نہ تھی اس لیے اس کتاب کے مندرجات بمبئی گزیٹیر میں انگریزی زبان میں چھاپ دیے گئے،اب یہ قصہ مستند اور معتبر ہوگیا کیونکہ اب یہ قصہ کسی ہندوستانی کا بیان کردہ قصہ نہیں تھا بلکہ اس کا لکھنے والا ایک انگریز تھا قصہ اردو یا ہندی میں نہیں لکھا گیا تھا بلکہ انگریزی زبان میں ایک ضخیم دستاویز بمبئی گزیٹیر کا حصہ تھا جسے انگریز حکومت نے چھاپا تھا، چنانچہ اس کی سچائی مسلّم ہوگئی اور اس سلسلے میں تحقیق اور ثبوت کی کوئی ضرورت نہیں رہی؟انگریزوں اور انگریزی پر بھروسہ اور اندھا اعتقاد واعتماد کی حد یہ ہے کہ گزیٹیر کا حوالہ دینے والوں نے فٹ نوٹ (حاشیہ) پر غور کرنے کی ضرورت ہی

محسوس نہ کی۔میمن اُس وقت انگریزی سے بہت مرعوب تھے کم ہی ایسے تھے جو انگریزی جانتے تھے زیادہ تر گجراتی میں لکھت پڑھت کرتے تھے، عبداللہ اسماعیل، امریلی والا مرحوم نے اس قصے کو ''میمن تواریخ'' میں گجراتی میں نقل کیا تو یہ قصہ میمنوں میں مشہور ہو کر زبان زد عوام ہوگیا، مزید راجکوٹ میں آل انڈیا میمن کانفرنس کے موقع پر مرحوم حسین قاسم دادا نے اِس قصے کو اپنی انگریزی کے حوالے کے ساتھ اپنی زبان سے بیان کیا تو اسے مستند تاریخ اور مصدقہ قصہ کا درجہ حاصل ہو گیا(۵)۔ جب ۱۹۶۲ء میں کولمبیا یونیورسٹی نیویارک، امریکہ سے انگریزی زبان میں پروفیسر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مرحوم کی کتاب The Muslim Community of Indo - Pakistan شائع ہوئی تو اس واقعہ کی صحت پر آخری مہر تصدیق ثبت ہوگئی اب لوگوں نے اِسے حرفِ آخر کے طور پر تسلیم کرلیا، میرے والد صاحب مرحوم جیسے ناقدانہ سوچ رکھنے والے بھی اسے اسی طرح بیان کرتے تھے البتہ بعض مورخین نے بمبئی گزیٹیر اور ڈاکٹر قریشی مرحوم کی روایت کا تاریخی اور عقلی تجزیہ کیا ہے ان میں میمن مورخ عبدالرحمان اسیر سرفہرست ہیں۔

'ابراز الحق' کی بیان کردہ روایت میں حقائق کتنے ہیں اور افسانہ اور مکر وفریب کتنا ہے،'ابراز الحق' کے مولف کو اس افسانہ طرازی اور مکر وفریب اور غلط بیانی کی کیا ضرورت تھی؟

'ابراز الحق' کے مولف امیر الدین نزہت اصل میں برہان پور کے رہنے والے تھے جنھوں نے بعد ازاں بمبئی میں تلاشِ معاش کے لیے رہائش اختیار کی وہ لکھتے ہیں:

''سبب تالیف رسالۂ ابراز الحق:''

''یہ آوارۂ روزگار عجز شعار، انکسار و دثار، سرتا پا گنہگار، خادم آل رسول اللہ، کمترین، امیرالدین متخلص بہ نزہت، ساکن برہان پور، دارالسرور، غفراللہ ذنوبہ، واستر اللہ عیوبہ، سبب تالیف اِس رسالۂ متبرکہ کا بمعرض عرض لاتا ہے کہ خاکسار عرصۂ دس سال کامل سے باعثِ کشش آب ودانہ اس آب وخلاب بمبئی میں پابگل ہے، اور اِس عرصۂ مرقوم میں تمام وکمال حالات واہل شہر سے باخوبی آگہی ہوگئی ـ ـ ـ ـ ـ البتہ میمن بہ نسبت ان سب کے آسودہ حال ہیں (۶) ـ ـ ـ پس خاکسار کو اِس امر میں اکثر استعجاب ہوتا تھا کہ اِن لوگوں کا زیادہ آسودہ ہونا باعث کیا ہے؟ لیکن اس رازسربستہ کا انکشاف نہیں ہوتا تھا جب زیادہ اسباب میں خوض کیا تو قیاسیہ یہ سبب پیدا ہوتا تھا کہ شاید اِس قوم کو کسی بزرگ صاحبِ نسبت کی دعا ہے جس کے سبب سے اِن کے مال اور اولاد وآل میں زیادہ تر برکت ہے ـ ـ ـ ایک روز ایک صاحب نے بیان کیا اسم گرامی سید بزرگ علی صاحب متوطن ملک کچھ شہر مندرہ کے ہیں دوسرے ہی روز ملازمت حضرت سید صاحب سے شرف اندوز ہوا حضرت نے وفورِ عنایت سے اپنی شاخ شجرہ نسبی دکھلائی حضرت پیر عبدالقادر محی الدین جیلانی رحمہ اللہ سے ہیں اس کا مطالعہ کیا تو اس میں احوال فرخ فال کا معاینہ ہوا کہ جس کا اکثر خیال رہا کرتا تھا وہ میمنوں کی برکت وترقی دولت وکثرتِ اولاد وآل وافزونی عزت کا باعث اِس بیاض میں برابر تین اسناد معتبرہ سے تحریر تھا۔ (۷) اول اِس قوم کا مونا یعنی لہانہ تھا

اپنے بہ باعث ایمان آوری لقب مومن عطا فرمایا اور دعا ترقی جاہ واقبال کثرت اولادوآل افرونی دولت، مال، اِن کے حق میں کی۔ سووہ کثرت استعمال سے واؤ حروف (کذافی الاصل) یا سے مبدل ہو کر میمن ہو گیا۔(۸)

حضرت سید یوسف الدین ان کو روضۂ مبارک سید عبدالرزاق تاج الدین رحمۃ اللہ سے ارشاد ہوا کہ تم جادۂ وسیمائے ملک سندھ ہو جاؤ، جو گمراہ کفار ہیں ان کو اسلام کی تلقین کرو، کلمۂ شہادت پڑھاؤ، راہِ راست پر لاؤ اور طریقہ دین محمدیؐ، صوم وصلوٰۃ پر ثابت قدم کرو، امر ونواہی حق وباطل جتاؤ، آنحضرت حسب الارشاد فیض بنیادراہی ملک سندھ ہوئے، شہر نگر ٹھٹھہ میں تشریف لائے۔ یہ شہر دارالریاست سندھ تھا وہاں اہل اسلام مختصر تھے مگر کفار زیادہ تھے مگر حاکم اہل اسلام تھا، الغرض حضرت نے وہاں اکثر کو مسلمان کیا اور ظاہر آپ کے فضائل اور نسبت سے یہ تھا کہ جس گمراہ ومشرک کافر کی طرف آپ توجہ کی نظر سے دیکھتے تو فی الفور جلوۂ نور کرامت نشور، کہ خاص مصقلۂ دلہائے سیاہ مانند کلمۂ طیبہ تھا تمام زنگِ ظلمت وکفر اس کے آئینہ دل سے حک کر دیتا تھا اور وہ شخص فوراً اسلام لاتا تھا۔۔۔اس وقت فرمانروائے سندھ مرکب خان تھا اور دستوراعظم اس کا یعنی وزیر اس کا ابواب خان (اصل میں یہی ہے۔اسحاق) تھا شدہ شدہ خبر کرامت اثر حضرت کی ان دونوں نامداران جلیل القدر کے گوش زد ہوئے (اصل) اسی وقت دونوں (اصل) موصوف باعتقاد خالص حضرت کی ملازمت اکثیر (اصل) خاصیت سے شرف اندوز ہوئے یعنی مرید ہوئے اور تادستِ دادحیات بدل وجان معتقد اور خدمت گزار رہے اس زمانے میں ۸۳۸ ہجری تھی پس باعث وفورِ کرامت حضرت واعتقاد آوری رئیس عاظم (اصل) مذکور اکثر اور بے شمار کفار اسلام لائے۔(۹)

صفحہ ۱۲ پر ''تذکرہ ابتداوآغاز قوم میمن بصحت کامل از سند صاحبنا سیٹھ میمن'' کے ذیلی عنوان کے تحت لکھتے ہیں ''کہ میمن لوگ ابتدا میں تمام ہندو تھے ان کی قوم کو موتا (اصل میں یہی ہے) زبان سندھی میں قوم لہانوں کو کہتے ہیں اصل مولد ان کا ملک سندھ ہے ان کو اسلام لائے ہوئے چار سو باون برس (۴۵۲) ہوئے (ص۵۷)۔یعنی ۸۳۸ ہجری میں یہ لوگ مسلمان ہوئے۔ یہ لوگ مسلمان ہوئے الّا قدیم سے یہ لوگ معزز ہیں رذیل نہیں ہیں۔(۱۰)

قوم کی چوراسی ذاتوں کا ذکر کیا ہے قوم کے سرداروں کے نام دیے ہیں پھر صفحہ نمبر ۱۴ پر مرکب خان اور ایوب خان حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر جاگیر برائے قوت لایموت پیش کرنے کی درخواست کرتے ہیں جسے حضرت وَ رِزْقُکُمْ فِی السَّمَآءِ وَمَا تُوْعَدُوْنَ (یعنی رزق تمہارے کا آسمان سے وعدہ کیا ہے) اور ومامن دابۃٍ والی آیت پڑھ کر قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ جب یہ خبر مومنوں کو ہوئی تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت کی خدمت گزاری فرض قطعی ہو چکی اور ہم سب ایک اقرار نامہ لکھ کر پیش کرتے ہیں۔پھر ''اقرار نامہ قوم میمناں'' کے عنوان سے اقرار نامہ دیا ہے۔

''ہم سب لوگ کہ اول ہدایت عزازیلی سے مبتلا ظلمتِ کفر اور رہرو سلوک بطالت تھے اور ملقب بہ لقب مونا (اصل) ولہانہ تھے۔۔۔بمضمون حدیث شریف الایمان اقرار باللسان وتصدیق بالقلب کے لکھتے ہیں کہ آج سے یوم القیام ہم اور ہماری آل واولاد تمام علاوہ ازیں آئندہ الغرض از جزءتاکل ہماری قوم بدل وجان حضرت کی اور حضرت کی آل واولاد

کی غلام اور فرمانبردار اور جان و مال سے تصدق اور نثار ہیں اور بلاعذر وانکار خدمت گزاری کریں بحد یہ کہ اگر حضرت ہم کو یا حضرت کی آل واولاد ہماری آل واولاد کو علانیہ بازار میں بیچیں تو ہم اور ہماری اولاد عذر درپیش نہ لائیں بلاتامل بک جائیں۔(۱۱)

قبولِ اسلام کی تاریخ:

''نقل بموجب اصل از سندھ جوشی ہنسراج بن رامانی کی بیٹی جوشی بھوجاجی مرشد قوم لہانہ'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے۔

''۱۴۷۸ گجراتی اور ۱۳۴۳ شاشتری میں ملک عرب سے پیر یوسف الدین صاحب ملک سندھ میں آئے۔۱۴۸۱ میں پیر صاحب عربستان کو گئے'' صفحہ ۲۶ تا ۳۰ پھر سید بزرگ علی صاحب کی مفلسانہ زندگی کا ذکر کر کے امیر الدین نزہت صاحب اور محمد عثمان خان اُن سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ میمنوں کو اُن کا اقرار نامہ یاد دلائیں اور میں (امیر الدین نزہت) اس تمام حال کا ایک رسالہ تصنیف کر دیتا ہوں آپ اسے چھپوا کر جابجا تقسیم کر دیجیے اس میں مجھ کو اب باعث حصول ثواب خاص ہوگا۔حضرت نے یہ امر پسندیدہ قبول فرمایا،ازیں سبب نیازکش نے بخیال حصول حسنات تصنیف کیا اور نام اس رسالۂ متبرکہ کا ''ابراز الحق'' رکھا۔(۱۲)

'ابراز الحق' کی اغلاط کی نشان دہی:

میمن قوم کی تاریخ پر قلم اٹھانے والے کئی مؤلفین اور مورخین نے رسالہ ابراز الحق کے مندرجات کا روایت و درایت کی بنیاد پر تجزیہ کر کے اس کی بعض اغلاط کی نشان دہی کی ہے

ان میں عبدالرحمان اسیر مولف ''رسالہ میمن قوم'' ہاشم زکریا مولف ''تذکرہ میمن قوم'' Mr. Abdul Razzaq Thaplawala مولف The Memon Community: its Origin, History, Culture Tradition and Language اور یحییٰ ہاشم باوانی مولف میمن لوک ادب ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی مولف ''میمن برادری: تاریخ ثقافت اور معاشرت (بزبانِ سندھی) اور عبدالعزیز اسماعیل مرکٹیا مولف ''میمن قوم تاریخ کے آئینے'' شامل ہیں۔(۱۳)

ابراز الحق کے مصنف کی غلط بیانی:

اس ذیلی عنوان کے تحت ہاشم زکریا لکھتے ہیں:''ہم اس سے قبل تحریر کر چکے ہیں کہ ابراز الحق کے مصنف سید امیر الدین نزہت نے اپنی کتاب میں میمن قوم کے متعلق ایک غلط حکایت درج کی ہے چنانچہ اب ہم اس موضوع کو زیرِ بحث لاتے ہیں۔

سید امیر لدین نزہت کا بیان ہے کہ ''میمن قوم کے افراد نے حضرت یوسف الدین قادری کو ایک اقرار نامہ تحریر کر دیا تھا جس کی رو سے وہ (میمن افراد) اور ان کی اولاد قیامت تک حضرت یوسف الدین کی اولاد کی بلا پس و پیش خدمت کرتی رہے گی۔الخ''

ہاشم زکریا لکھتے ہیں ''جس مقصد و مفہوم کے تحت سید امیر الدین نزہت نے یہ بیان اپنی کتاب میں درج کیا ہے ہم اسے ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں کیوں کہ اس سلسلے میں سید امیر الدین نزہت نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ جب سندھ کے حاکم

مرکب خان اوراس کے وزیر ایوب خان نے حضرت یوسف الدین کی خدمت میں دست بستہ گزاری کہ ہم آپ کے لیے اور آپ کے خادمین کا خرچ چلانے کی غرض سے ایک جاگیر آپ کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنا چاہتے ہیں تو حضرت یوسف الدین نے حاکم سندھ کی یہ درخواست منظور نہ کی اوراس واقعہ کا علم جب میمن قوم کے افراد کو ہوا تو انہوں نے مذکورہ بالا اقرارنامہ حضرت یوسف الدین کی خدمت میں پیش کیا۔

کوئی ذی عقل انسان سید امیرالدین نزہت کے اس متضاد بیان کو ماننے کے لیے تیار نہ ہوگا۔ حاکم سندھ کی درخواست مسترد کردینے کے بعد میمن قوم کے افراد سے تحریری اقرارنامہ حاصل کرنے اوراسے محفوظ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، البتہ اگر واقعہ اس کے برعکس ہوتا مثلاً یہ کہ حاکم سندھ بجائے کوئی جاگیر پیش کرنے کے حضرت یوسف الدین کی کوئی جاگیر ضبط کرلیتا اور وہ مالی مشکلات میں مبتلا ہوجاتے تو میمن قوم کے افراد کی جانب سے اس قسم کی تحریری پیشکش (نہ کہ اقرارنامہ) کی ایک حدتک گنجائش نکل آتی ہے۔(۱۴)

دراصل ابرازالحق کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ امیرالدین نزہت اُن دنوں بمبئی میں معاشی مشکلات کا شکار تھے پڑھے لکھے اور میمنوں کے حالات سے کسی حدتک باخبر تھے ان کی سید بزرگ علی صاحب سے ملاقات ہوگئی انہیں بھی شکایت تھی کہ میمن دوسرے پیر صاحب کو مالی نذرانہ پیش کرتے ہیں اوران کو مالی نذرانے نہیں پیش کرتے اس لیے امیرالدین نزہت صاحب اور سید بزرگ علی صاحب نے مل کر یہ کتاب ''ابرازالحق'' تصنیف کی اوراسے میمنوں میں تقسیم کیا جس کے بعد میمن سید بزرگ علی صاحب کی خدمت میں نذرانے پیش کرنے لگے۔

''ابرازالحق'' کتاب کا سبب تالیف یہی ہے اس مکروفریب اور جعل سازی کو سچ ثابت کرنے کے لیے دونوں نے اِدھراُدھر سے بہت کچھ تاریخی احوال کو جمع کر کے نظم ونثر میں سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ علیہ سے اپنی نسبت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ دراصل جب امیرالدین نزہت صاحب کی تالیف کتاب کی حقیقت اوراصل غرض و غایت واضح ہوکر سامنے آگئی اس کے بعد اُن کی شخصیت مجروح ہوچکی ہے اُن پر دروغ گوئی اور افتراء پردازی ثابت ہوچکی ہے۔ اس لیے اِس کتاب سے صرف وہی باتیں معتبر سمجھی جاسکتی ہیں جو دیگر مورخین نے بھی اپنی کتب میں بیان کی ہیں، ورنہ صرف اِس کتاب پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے۔

عبدالرحمان اسیر لکھتے ہیں ''کیا نگر ٹھٹھہ میں اُس وقت لوہانہ برادری مقیم تھی؟ کیا پیر یوسف الدین واقعی ٹھٹھہ تشریف لائے تھے؟ سندھ کی تاریخ، مذہب، تہذیب اور سیاست سے متعلق بے حد معلومات افزا اور قابل اعتماد کتاب ٹھٹھہ کے میر علی شیر قانع کی تحریر کردہ ''تحفتہ الکرام فی تاریخ السند'' (بحوالہ ڈاکٹر اشتیاق حسین: قلمی نسخہ: برٹش موزیم، ایڈیشنل ۲۱۰۸۹، بحوالہ ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی: سندھی ترجمہ مخدوم امیر احمد: سندھی ادبی بورڈ۔ حیدرآباد) ہے، یہ کتاب ۱۱۸۱ھ میں مکمل ہوئی اور ۱۲۰۰ہجری تک اس میں جواضافے ہوئے وہ بزبان فارسی تین حصوں میں ہے تیسرا حصہ خاص طور پر سندھ کی تاریخ

سے متعلق ہے۔ جو ۸۸۴ صفحات پر مشتمل ہے جن میں سے ۳۵۲ صفحات سندھ کی قوموں کی تاریخ، ان کے رسم ورواج، تہذیب وثقافت، لوک کہانیاں، اعتقادات وسیاسیات کے بارے میں ہیں، باقی ۵۳۲ صفحات صوفیاء، مشائخ، سادات، مجذوب وغیرہ اہل اللہ کے بارے میں ہیں، اس میں دو ہزار ایسے اشخاص کا تعارف اور معلومات شامل ہیں (۱) جو اصل سندھ کے تھے اور سندھ ہی میں رہے (۲) جو اصل سندھ کے تھے لیکن باہر جا کر آباد ہوگئے (۳) جو کہیں اور کے تھے لیکن سندھ میں آکر آباد ہوگئے (۴) جو باہر سے آئے اور کچھ عرصہ یہاں رہ کر واپس چلے گئے۔ اس کتاب میں سندھ کی مختلف کتب تاریخ، صوفیاء کے تذکروں، اہل اللہ کے ملفوظات، شعراء کے دیوانوں کے بے شمار حوالہ جات موجود ہیں۔۔۔ ہمارے اس مضمون کے پیش نظر تحفۃ الکرام کے مصنف میر علی شیر قانع خاص نگر ٹھٹھہ ہی کے رہنے والے تھے خود تحفۃ الکرام کی تالیف بھی ٹھٹھہ میں ہوئی اس کتاب کی تصنیف دراصل ان کی ٹھٹھہ سے محبت ہی کی مرہون منت ہے چنانچہ اس کتاب میں ٹھٹھہ سے متعلق ہر شعبہ کی اہم شخصیات کا ذکر موجود ہے۔

ایک سندھی اور اس سے بڑھ کر ایک ٹھٹھوی عقیدت مند، اور عالم مصنف کی تحریر کردہ سندھ کی تاریخ سے متعلق کتاب ''تحفۃ الکرام'' کے بارے میں اس قدر طوالت سے تعارف کروانے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ''رسالہ ابراز الحق'' میں مندرجہ پیر یوسف الدین کے ہاتھ پر ۸۳۸ ہجری میں ۷۰۰ لوہانہ خاندان کے مسلمان ہونے اور بعد میں ان کے میمن بن جانے کے واقعہ کا کہیں کوئی ذکر نہیں۔

تحفۃ الکرام میں اس بات کا کوئی کہیں تذکرہ نہیں ملتا کہ کچھ لوگ ٹھٹھہ یا سندھ میں میمن بنے یا لوہانہ ٹھٹھہ یا سندھ میں مسلمان ہوئے، نہ اس بات کا کہیں اشارہ ہے کہ پیر یوسف الدین نامی کوئی بزرگ کبھی اس خطے میں تشریف لائے۔ ان حقائق سے پتا چلتا ہے کہ پیر یوسف الدین نامی کوئی بزرگ گزرے ہوں یا نہ گزرے ہوں۔ بہر حال وہ کبھی سندھ نہیں آئے''۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسالہ ابراز الحق کے مصنف سید امیر الدین نزہت نے پیر یوسف الدین کے ہاتھوں لوہانہ لوگوں کے قبول اسلام اور اس طرح میمن برادری کی اساس کی جو داستانیں بیان کی ہیں وہ محض من گھڑت ہیں۔ (۱۰)

ابراز الحق کی دوسری غلطی:

''ابراز الحق'' کے مطابق پیر بزرگ علی کی خاندانی بیاض میں میمن قوم کی اساس کا سن ہجری ۸۳۸ھ درج ہے، آگے چل کر پیر صاحب اس نوٹ کی تصدیق کے لیے اس وقت کے لوہانہ گرو جوشی رامان اور بھوجانی کی کتابوں کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ میمن قوم کی ابتدا بکرم سنوت ۱۴۷۸ میں ہوئی دوسری طرف مصنف پیر بزرگ علی کے منہ سے یہ سب کہلوایا گیا کہ اس واقعہ (یعنی میمن قوم کی ابتدا) کو ۴۵۲ سال ہوئے۔

ان ہندسوں سے ''ابراز الحق'' کا ایک اور پول کھلتا ہے۔

۴۵۲ میں ۸۳۸ جمع کریں تو ہجری ۱۲۹۰ھ بنتی ہے اور ۴۵۲ میں ۱۴۷۸ جمع کریں سنوت ۱۹۳۰ بنتی ہے یہ دونوں

''ابرازالحق'' کی اشاعت کے برس ہیں، مصنف نے ہجری ۱۲۹۰ اور سنوت ۱۹۳۰ سے ۴۵۲ تفریق کر کے میمنوں کے اساس کے سال کے طور پر ہجری ۸۳۸ھ اور سنوت ۱۴۷۸ نکال لی ہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ ۸۳۸ ہجری میں سنوت ۹۰-۱۴۸۹ تھی اور بکرم سنوت ۱۴۷۸ میں ہجری ۲۶-۸۲۵ تھی۔فرق چاند کے سال (ہجری) اور سورج کے سال (سنوت) کے درمیان سالانہ میں بارہ دن کے فرق کا نتیجہ ہے جو ۴۵۲ سالوں میں بارہ تیرہ سال کا فرق ہوجاتا ہے،لیکن سید نزہت کو اس حقیقت کا خیال نہ رہا اور اس نے ہجری ۱۲۹۰ اور سنوت ۱۹۳۰ سے ۴۵۲ کی تفریق کر کے میمن قوم کے اساس کا سال قرار دے دیا حالانکہ اس میں سے ایک ہندسے کو اگر صحیح مان لیا جائے تو دوسرا خود بہ خود غلط ہو جاتا ہے۔میں نے کئی سال پہلے جب ''ابرازالحق'' کا مطالعہ کیا تو مجھے اس کی سچائی میں شبہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ بارہ تیرہ سال کا یہ فرق ہی تھا۔(۱۶)

ابرازالحق کی تیسری غلطی:

''ابرازالحق'' کے پر فریب ہونے کا ایک اور ثبوت اس کتاب کی تحریر کی ترغیب دلانے والے سید بزرگ علی کے بیٹے حکیم شاہ قادری کے بیٹے سید شاہ ولی نے خود فراہم کیا ہے، دس سال قبل ''میمن عالم'' (اردو/ گجراتی مجلّہ) میں میمن تاریخ کے بارے زبردست بحث ہوئی تھی اس وقت شاہ ولی نے ''میمن عالم'' کو ایک خط لکھا تھا جو مارچ ۱۹۶۴ کے شمارہ میں شائع کیا گیا تھا، انہوں نے اپنا خود شجرۂ نسب بتایا تھا اُس میں حضرت غوث الاعظم کی پانچویں پشت میں پیر یوسف الدین قادری تھے اور سترھویں پشت میں بزرگ علی اور اٹھارویں پشت میں حکیم شاہ قادری اور اس کے بعد وہ خود۔

شاہ ولی کے بقول میمنوں نے پیر یوسف الدین کو ایک اقرار نامہ لکھ کر دیا تھا اس شجرہ پر ۴۴ شاہدوں کے دستخط تھے پانچویں شاہد کے طور پر جس کا نام درج ہے وہ حضرت جلال جہانیاں جہاں گشت ۷۰۷ھ سے ۷۸۵ھ کے درمیان گزرے ہیں جبکہ میمن اقرار نامہ کا وقت پیر یوسف الدین کے ٹھٹھہ آمد کے سال ۸۳۸ھ سے لے کر اس کے وداع کے سال ۸۴۱ھ کے درمیان ہوسکتا ہے۔یہ سوال پھر پیدا ہوتا ہے کہ جس بزرگ کا ۷۸۵ھ میں انتقال ہو چکا وہ نصف صدی کے بعد اقرار نامہ پر دستخط کرنے کہاں سے آ گئے؟ اقرار نامہ کی تحریر اور اس کی دیگر تفصیلات اور حالات کو جانے دیجیے، تب بھی صرف یہ ایک نکتہ ہی ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ یہ اقرار نامہ محض فریب اور مذاق تھا۔(۱۷)

ابرازالحق کی چوتھی غلطی، کئی قصوں کو ملا کر ایک قصّہ گھڑ لیا:

عبدالرحمان اسیر کا استدلال یہ ہے کہ میمنوں کے اسلام لانے کے بارے میں ابرازالحق کتاب کی تصنیف کے زمانے میں ہی کچھ قصے مشہور تھے انہی قصوں میں حذف و اضافہ کر کے سید امیر الدین نزہت نے ایک قصہ گھڑ لیا۔بقول اُن کے ''میراث احمدی'' گجرات کی ایک نہایت ہی قابل اعتماد اور معلومات افزا کتاب شمار ہوتی ہے یہ کتاب ۱۷۶۲ء میں فارسی میں شائع ہوئی جس کا ۱۹۲۳ء میں ہی گجراتی ترجمہ شائع کیا گیا۔اس کے دوسرے حصہ میں پیر امام الدین اور مومنا کے بارے میں اس طرح ذکر ملتا ہے۔

''سید امام الدین صاحب پیرانا کے پیر عراق سے اپنے والد سید کبیر الدین کے ساتھ ہندوستان آئے تھے۔وہ صاحب کرامات تھے۔کئی مسلمانوں کو صحیح راستہ دکھایا ان کا انتقال لاہور میں ہوا، ان کی قبر وہیں ہے ان کے بیٹے سید امام الدین ہیں جن کا شجرہ نسب امام جعفر صادق کے فرزند سید اسماعیل سے ملایا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ کئی لوگوں نے سید امام الدین کے ہاتھوں قبول اسلام کیا اور یہ کام اب تک ان کی پشت میں جاری ہے اور کئی مسلمان ہوئے ہیں ان نئے مسلمانوں کو ان کی بولی میں ''مومنا'' کہا جاتا ہے ان کے آدمی گجرات اور جنوب میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہر جگہ سے مرید آتے ہیں اور تحفے لاتے ہیں وہ کافی آسائش اور آرام کی زندگی گزارتے ہیں سید امام شاہ کی درگاہ احمد آباد سے دس میل دور واقع ہے۔'' (ص:۱۲۸-۱۲۹)(۱۸)

ان پیرانا کے پیر امام شاہ اور ان کے ہاتھ پر مسلمان ہونے والے نومسلموں کو ''مومنا'' کا نام دیے جانے کے بارے میں ورنا کلر سوسائٹی کے ترجمان ''بدھی پرکاش'' کے ستمبر ۱۸۷۱ء کے شمارہ میں شری تاراچند موتی چند پٹیل رقم طراز ہیں ''پیرانا کی جگہ احمد آباد سے دس میل کے فاصلے پر ''موجے جرمتھا'' کے قریب ہے پیرانا کا ایک پنتھ ہے جس کی حقیقت سننے کے قابل ہے'' بکرم سنوت ۱۵۰۶ میں ایران سے امام شاہ نامی سید گجرات آئے اور جرمتھا گاؤں کے قریب ٹیلے پر قیام کیا۔ اس عرصے میں دو تین سال سے بارش نہیں ہوئی تھی۔گاؤں کے بڑوں نے امام شاہ کو بزرگ جان کر ان سے بارش کی دعا کے لیے درخواست کی۔امام شاہ نے کہا ''ابھی بارش ہوگی'' اور واقعی بارش ہوئی۔چنانچہ ان کو پیر تسلیم کیا گیا ان کے خادم خاص طور پر ''لےودا'' اور ''کڑوے'' کنبی ہیں۔کاچھیا، سونی، براہمن اور بنئے بھی ہیں (۱۹) ابوظفر ندوی کی کتاب ''گجرات کی تاریخ'' (گجراتی ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۴۹ حصہ دوم ص:۱۰۵) کے مطابق گجرات میں ۸۱۱ھ میں زبردست کال (قحط) پڑا تھا۔(۲۰)

''امام شاہ کی زندگی میں ایک بار گجرات کے ہندوؤں کا ایک گروہ کاشی جانے کو نکلا تو جرمتھ میں ٹھہرا۔اس میں سے چند لوگ امام شاہ کے درشن کے لیے گئے، امام شاہ نے ان سے پوچھا کہ ''کہاں جارہے ہو؟'' انہوں نے بتایا کہ کاشی، امام شاہ نے کہا کہ ''اگر تم لوگوں کے دل سچے ہوں گے تو کاشی کی یاترا یہیں ہوگی''، رات کو سب سو رہے اور صبح اٹھے تو کاشی دیکھی، سب نے گنگا جی میں اشنان کیا، اور دیو درشن کیے اور کاشی کی ہنڈیاں بھنا کر براہمنوں کو کھانا کھلایا پھر رات سو رہے، دوسری صبح کو اٹھے تو اپنے کو پیرانا کے مقام پر پایا، پھر امام شاہ نے براہمنوں سے کہا کہ ''تم لوگ اس نام کا نیا جینو پہنو''، ایسا کیا گیا تو وہاں اترنے والے پرانے جینوؤں کا وزن سو من کے قریب ہوا، امام شاہ نے اس طرح جنہیں معتقد بنایا وہ ''مومنا'' کہلائے۔'' (بدھی پرکاش دسمبر ۱۸۷۱ ص:۲۷۲-۲۸)

مذکورہ بالا تحریر سے پتا چلتا ہے کہ پیر امام الدین گجرات میں ۸۱۵ھ میں تشریف لائے اور ۸۵۳ھ میں وفات پائی اس دوران کچھ لوگ اسلام سے مشرف ہوئے اس دوران ۸۳۸ھ کا سال آتا ہے جو ابرار الحق کے مطابق میمن قوم کی اساس کا سال ہے۔

''۱۹۱۳ء میں شائع ہونے والی کتاب ''لوہانہ قوم کی اساس اور اس کی تاریخ'' کے مصنف شری اڈھم جی تلسی داس ٹنّا نے بھی مذکورہ بالا واقعہ کے بارے میں اس طرح تذکرہ کیا ہے ''احمد آباد کے قریب واقع پیرانا گاؤں میں امام شاہ بابا نے لوہانہ اور براہمنوں کو مسلمان بنایا اور اس کو ''کھوجہ'' (خواجہ اسحاق) کا نام دیا۔ (ص ۱۹۱۔۱۹۲)(۲۱)

اِس قسم کے کئی بزرگوں کے قصّے مشہور اور مذکور ہیں کہ لوہانہ قوم اُن کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئی مگر یہ تمام واقعات تحقیق طلب ہیں۔

نتیجہ تحقیق:

مذکورہ تحقیق اور استدلال سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ میمنوں کے قبول اسلام کے بارے میں ابراز الحق نامی کتاب ایک مستند اور معتبر ماخذ کے طور پر قبول نہیں کی جاسکتی ہے اس لیے اس کتاب کو بنیاد بنا کر جن مورخین و محققین نے لکھا ہے اُن کی تحریروں پر بھی نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

اب ہم میمن تاریخ کے دیگر مراجع و مصادر کا تجزیہ کریں گے اور اِس کے بعد اپنے نتائج تحقیق پیش کریں گے۔

جن امور پر اتفاق ہے کہ اُن میں ایک بات یہ بھی ہے کہ میمن قوم میں لوہانہ قوم کے آبا و اجداد بڑی تعداد میں سندھ میں اسلام قبول کر کے شامل ہوئے کیوں کہ میمنوں اور لوہانوں کے خاندانی نام ذاتیں اور جسے میمنی میں ''نکھ'' کہا جاتا ہے مشترک ہیں، سندھ میں پہلی صدی ہجری میں لوہانہ قوم آباد تھی۔ سندھ کا ایک علاقہ جس میں موجودہ ضلع نواب شاہ، شہداد پور، سانگھڑ، حیدرآباد، ہالہ، مٹیاری اور ٹھٹھہ شامل ہیں ''لوہانہ پرگنہ'' کہلاتا تھا۔ شہداد پور کے قریب ہی محمد بن قاسم کا دارالحکومت ''منصورہ'' تھا جس کے آثار وہاں موجود ہیں، جس میں ایک عرصے تک عرب اور سندھی مسلمان مل کر رہتے رہے اور ایک مشترکہ تہذیب کو جنم دیا جسے سندھی عربی تہذیب کہا جاسکتا ہے۔ جس تہذیب نے منصورہ کے نامی گرامی علماء، محدثین، شعراء اور ادباء کو جنم دیا جو پھر اس طرح فنا کر دی گئی جیسے اس کا کبھی وجود ہی نہ تھا۔ دریائے سندھ کی ایک شاخ لوہانہ پرگنہ کے بعض علاقوں کو سیراب کرتی تھی۔ اس لیے یہ ''لوہانہ ندی'' کہلاتی تھی بعد ازاں دریائے سندھ کا بہاؤ بدل جانے کی وجہ سے یہ شاخ اب صرف ٹنڈو آدم کے قریب سے گزرتی ہے لیکن اب تک ''لوہانہ ندی'' کہلاتی ہے۔

پہلی صدی ہجری میں سندھ کی سرحدیں کشمیر تک پھیلی ہوئیں تھی براہمن آباد کی لوہانہ ریاست بھی سلطنت سندھ کی باجگزار ریاست تھی۔ یہ لوہانے جنھیں جاٹ بھی کہا گیا ہے اور کھشتری بھی بڑی تعداد میں مسلمان ہوئے مگر ان کا نام میمن کب اور کیسے پڑا یہ امر اب بھی تحقیق طلب ہے۔

میں نے بہت سے میمن اور سندھی محققین سے اس سلسلے میں تبادلۂ خیال کر کے استفادہ کیا ہے اِن میں مرحوم پروفیسر ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوٹہ، یحیٰ ہاشم باوانی، محمد زکریا ناڑا میمن، علامہ عبدالعزیز میمن، پروفیسر ڈاکٹر جمیل احمد، پروفیسر محمد سلیم میمن، ڈائریکٹر شاہ لطیف چیئر و سابق صدر شعبہ سندھی جامعہ کراچی، پروفیسر ڈاکٹر عبدالجبار عابد لغاری،

معروف ادیب وقلمکار جناب عصمت علی کھتری پٹیل، جناب عبدالعزیز اسماعیل مرکٹیا اور مرحوم پروفیسر ڈاکٹر صابر اوغلو سابق صدر، شعبۂ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی اور پروفیسر ڈاکٹر نواز علی شوق سابق صدر شعبۂ سندھی، کراچی یونیورسٹی شامل ہیں۔

مراجع وحواشی

(۱) قریشی، اشتیاق حسین، پروفیسر ڈاکٹر: برعظیم پاک وہند کی ملت اسلامیہ: ص:۵۹، (اشاعت چہارم)، کراچی، شعبۂ تصنیف وترجمہ، کراچی یونیورسٹی، ۱۹۸۹

(۲) ایضاً ڈاکٹر قریشی نے یہاں اپنے دو ماخذ درج کیے ہیں نمبرا: آرنلڈ، سرٹامس، ڈبلیو (Arnold, Sir Thomas W) کی کتاب The Preaching of Islam دوسری اشاعت، لاہور ۱۹۵۶ ص:۲۷۲ اور نمبر۲: گزیٹر صوبۂ بمبئی (Gazetteer of the Bombay Presidency) ج: اول صفحہ ۹۳

سر آرنلڈ کی اس سلسلے کی عبارت ہاشم ذکریا نے اپنی کتاب تذکرہ میمن قوم میں نقل کی ہے۔

One of the most famouse of these missioneries was the celebrated Saint, Syed Yosuf-al-Din a descendent of Abdul Qadir Jilani, who lidden in a dream to leave Baghdad for India, and Convent its bitants to Islam. He came to Sind in 1422 and after Labouring there for ten years, he succeded in wining over to Islam 700 families of Lohana Cast etc".(ص:۷۵)

(۳) اس کتاب کے بارے میں ایک میمن مورخ لکھتے ہیں ''میمن قوم کے وجود اور اس کے ابتدائی ادوار کے سلسلے میں جس کتاب کو آج سند کی حیثیت حاصل ہے اس کا نام ''رسالہ ابراز الحق'' ہے جسے ہجری سن ۱۲۹۰ھ یعنی ۱۸۷۳ء میں امیر الدین نزہت نے لکھا تھا، اس کتاب کے حوالے متعدد مقامات پر ملتے ہیں جن میں 'بمبئی گیزیٹر' اور جناب عبداللہ اسماعیل کی کتاب ''میمن تواریخ'' جو ۱۹۱۳ میں لکھی گئی تھی شامل ہیں، اصل کتاب کافی عرصہ سے نایاب ہے لہٰذا اس کی قیمت کا صحیح اندازہ ممکن نہیں، میں کافی عرصے سے اس کتاب کی تلاش میں تھا آخر میں جناب ''نازمنگرولی'' کے توسط سے معلوم ہوا کہ اس کی ایک نقل بمبئی کی جامع مسجد محمدیہ کے مدرسہ کے کتب خانے میں موجود ہے، بھائی نازمنگرولی سے رابطہ کیا گیا اور انہوں نے اس کتاب کی ہاتھ سے لکھی ہوئی ایک نقل تیار کروا کر مجھے بھیجی جس کے لیے میں ان کا ممنون ہوں۔'' (عبدالرحمان اسیر: اساسِ میمن قوم: ص: ۱، ۲، کراچی، ناشر: عمر عبدالرحمان، کاغذی بازار، ۱۹۷۸۔۱۳۹۸ھ)

اسیر مرحوم نے اپنی کتاب میں ''رسالہ ابراز الحق'' کو اول تا آخر نقل کر دیا ہے مجھے مرحوم یحیٰ ہاشم باوانی نے اصل مطبوعہ کتاب کی ایک فوٹو اسٹیٹ کاپی عنایت فرمائی تھی جو میرے پاس محفوظ ہے اُن کا اصرار یہ تھا کہ میمن قوم کی تاریخ پر مجھے لکھنا چاہیے اس سلسلے میں انہوں نے مجھے کئی کتب اصل اور فوٹو اسٹیٹ فراہم کی تھیں (اسحاق)

(۴) Bomby Gazetteer صفحہ نمبر ۹۴۔ اصل انگریزی عبارت یہ ہے

"They have an other saint Syed Buzurg Ali, the lineal descesdent of their first Converter Syed Yousuf -ud-din, to whom though they honour him more then the other guide, they made no payments, Being in a very poor state, the friends of this pir, laterly (1873) published a book, called the Ibraz-al-Hak, containny the History of Meman Conversion, the pedigree of the pir, and a copy of a dacument passed to Syed Yosuf-ul-din by the Memon, Binding themsalves and their descendents, to maintain, even if in doing so they were to be sold as slaves, the pir an his descendents. Since this book was published the Memon have begun to fulfil the promise, made by their fore fathers."

(۵) اسیر، عبدالرحمان: اساس میمن قوم: ص ۶،۷، کراچی، ناشر میمن یوتھ آرگنائزیشن: عمر عبدالرحمان، کاغذی بازار، ۱۹۷۸ء۔۱۳۹۸ھ

(۶) امیر الدین، نزہت، سید: رسالۂ ابراز الحق: در مطبع نامی، واقع بندر بمبئی، زیور طبع پوشید۔ (اصل کی فوٹو اسٹیٹ کاپی) ص: ۵، ۶

(۷) ایضاً: ص ۷　(۸) ایضاً: ص ۸　(۹) ایضاً: ص: ۱۱، ۱۲

(۱۰) ایضاً: ص: ۱۳　(۱۱) ایضاً: ص: ۱۶، ۱۷　(۱۲) ایضاً: ص: ۲۶، ۳۰

(۱۳) (الف) عبدالرحمان اسیر: ایضاً (ب) ہاشم زکریا: تذکرہ میمن قوم، اشاعت اول، کراچی، ناشر: میمن اسٹوڈینس فیڈریشن، گاڑی کھاتہ یونٹ، ۱۷ دسمبر ۱۹۹۸ بمطابق ۲۷ شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ (ج) عبدالرزاق تھاپلا والا: The Memon Community, Published by: Memon Book Foundation of Pakistan, 46, Sindh Madrasat-ul-Islam Building, Karachi - Second Edition 2005.

(د) یحییٰ ہاشم باوانی: میمن لوک ادب: میمن بک فاؤنڈیشن آف پاکستان، کراچی، اشاعت اول، اگست ۲۰۰۹

(ہ) ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی: میمن برادری، تاریخ ثقافت اور معاشرت (بزبان سندھی)

(۱۴) ہاشم زکریا: ایضاً ص: ۹۵۔۹۶ (ہاشم زکریا کی کتاب پر زکریا 'ز' کے بجائے 'ذ' سے لکھا گیا ہے۔ اسحاق)

(۱۵) اسیر عبدالرحمان: ایضاص: ۵۸۔۵۹　(۱۶) اسیر: ایضاً۔ص: ۶۴　(۱۷) اسیر: ایضاص: ۶۵۔۶۶

(۱۸) میراث احمدی (فارسی) مطبوعہ ۱۷۶۲ء گجراتی ترجمہ ۱۹۲۳ء بحوالہ: عبدالرحمان اسیر: ص ۶۰

(۱۹) شری تاراچند موتی چند پٹیل: بدھی پرکاش ط: ورینکلر سوسائٹی بمبئی ۱۸۷۱ء بحوالہ عبدالرحمان اسیر: ص ۶۱

(۲۰) ندوی، ابوظفر: گجرات کی تاریخ (گجراتی ترجمہ) ط: ۱۹۴۹ ج ۲ ص ۱۰۵ بحوالہ عبدالرحمان اسیر: ص ۶۱

(۲۱) اسیر: ایضاً: ص ۶۲